انسان کی خلقت کا مطالعہ
(نہج البلاغہ کی روشنی میں)

ڈاکٹر روشن علی[1]

ڈاکٹر ناہید*[2]

roshanali007@yahoo.com

کلیدی کلمات: خلقت، تخلیقی مراحل، اعضاوجوارح، عقل، رحم مادر، جنین، علقہ، مضغہ۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اپنے آپ کو احسن الخالقین کہا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس احسن تخلیق کی خلقت کے متعلق اس مقالہ میں کلام امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نہج البلاغہ سے چند اقتباسات پیش کئے جائیں گے۔ اس طرح کہ نہج البلاغہ سے خلقت انسان کے تخلیقی مراحل کو بیان کیا جائے گا تاکہ اولین انسان کی تخلیق میں جو اشیا کارفرما ہوئی ہیں وہ واضح ہو جائیں۔ اس کے بعد باقی تمام انسانوں کی تخلیق کے متعلق بیان کیا جائے گا۔ اس طرح کہ رحم مادر کے اندر انسانی وجود کی تشکیل اور اس کے ارتقاء کے مختلف مرحلے بیان کیے جائیں گے، جن سے پتہ چلتا ہے کہ رب کائنات کا نظامِ ربوبیت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ بطنِ مادر کے اندر بھی جلوہ فرما ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی زندگی کے نقطہء آغاز سے لے کر اس کی تکمیل اور تولد کے وقت تک پرورش کار بانی نظام انسان کو مختلف تدریجی اور ارتقائی مرحلوں میں سے گزار کر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ انسانی وجود کی داخلی کائنات ہو یا عالمِ ہست و بود کی خارجی کائنات، ہر جگہ ایک ہی نظام ربوبیت یکساں شان اور نظم و اصول کے ساتھ کارفرما ہے۔ نہج البلاغہ کے بیان کردہ ارتقاء کے مراحل کی تصدیق بھی آج جدید سائنسی تحقیق کے ذریعے ہو چکی ہے ۔ اس کے ساتھ ثبوت کے طور پر قرآن مجید سے آیات بھی پیش کی جائیں گی۔

پہلے انسان کی خلقت

اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ اس بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَ سَهْلِهَا وَ عَذْبِهَا وَ سَبَخِهَا تُرْبَةً سَنَّهَا بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ وَ لَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتَّى لَزَبَتْ۔ فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَ وُصُولٍ وَ أَعْضَاءٍ وَ فُصُولٍ أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ وَ أَصْلَدَهَا حَتَّى صَلْصَلَتْ لِوَقْتٍ مَعْدُودٍ وَ أَمَدٍ مَعْلُومٍ۔“ (

1۔اسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد ماڈل کالج برائے طلبا، F-10/3 ،اسلام آباد.

2*۔اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف سندھ، جامشورو سندھ

(1

ترجمہ: ''پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گُوندھا کہ اس میں لیس پیدا ہو گیا۔اس سے ایک ایسی صورت بنائی, جس میں موڑ ہیں اور جوڑ, اعضا ہیں اور مختلف حصے۔ اسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی۔ ایک وقت معین اور مدت معلوم تک اسے یونہی رہنے دیا۔''

امیر المؤمنین علیہ السلام کے ان کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور اس کی مٹی سے پیدا کرنے کے کچھ مراحل تھے، جن میں سے:

۱۔تربت (خشک مٹی یا زمین)، **۲۔**پانی، **۳۔** طین یعنی گارا (یعنی مٹی اور پانی کو ملا کر گوندھا گیا جس سے گارا بن گیا)، **۴۔** طین لازب (لیسدار مٹی)، **۵۔** اس کے بعد مٹی کو خشک کیا، **۶۔** ٹھیکری مٹی بن گئی، **۷۔**ایک مدت تک اسی طرح رکھنے کے بعد اس کے اندر ایک قسم کا نکھار پیدا ہو گیا جس کو قرآن کی زبان میں سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ کا نام دیا گیا ہے۔ان تمام مراحل کی وضاحت ذیل میں دی جا رہی ہے اور ہر ایک مرحلے کے لئے قرآن کریم سے دلیل بھی پیش کی جا رہی ہے۔

۱۔تراب (خشک مٹی)

''وَالَّذِی خَلَقَكُمْ مِنْ تُرابٍ'' (2)

ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی مٹی سے پیدائش کو ذکر فرمایا ہے۔

۲۔ پانی

''وَهُوَالَّذِی خَلَقَ مِنَ الْماءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَكانَ رَبُّكَ قَدِيراً'' (3)

ترجمہ: '' اور وہی ہے جس نے پانی (کی مانند ایک نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرال (کی قرابت) والا بنایا، اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔''

۳۔ طین/ طین لازب

''هُوَالَّذِی خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضى أَجَلاً وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ'' (4)

ترجمہ: ''اسی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت کا تعین کیا اور ایک مقررہ مدت اس کے پاس ہے، پھر بھی تم تردد میں مبتلا ہو۔''

''إِنَّا خَلَقْناهُمْ مِنْ طِينٍ لازِبٍ'' (5)

ترجمہ: ''ہم انسان کو لیس دار گارے سے پیدا کیا۔''

۴۔صلصال (گارا)

''وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسانَ مِنْ صَلْصالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ'' (6)

ترجمہ: ''بتحقیق ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے سے تیار شدہ خشک مٹی سے پیدا کیا۔''

۵۔صلصال کالفخار (ٹھیکری)

''خَلَقَ الْإِنْسانَ مِنْ صَلْصالٍ كَالْفَخَّارِ'' (7)

ترجمہ: ''اس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح کے خشک گارے سے بنایا۔''

۶۔ سلالۃ (مٹی کے جوہر)

''وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسانَ مِنْ سُلالَةٍ مِنْ طِينٍ '' (8)

ترجمہ: ''اور بتحقیق ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے بنایا۔''

انسان میں روح پھونکنا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنانے کے بعد اس کے اندر روح پھونک دی، اس کے متعلق امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوحِهِ فَمَثُلَتْ إِنْسَاناً ذَا أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا وَفِكَرٍ يَتَصَرَّفُ بِهَا وَجَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا وَأَدَوَاتٍ يُقَلِّبُهَا '' (9)

ترجمہ: ''پھر اس میں روح پھونکی، تو وہ ایسے انسان کی صورت میں کھڑی ہو گئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا۔ فکری حرکات سے تصرف کرنے والا۔ اعضا و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے۔''

اسی طرح قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے:

''إِذْ قالَ رَبُّكَ لِلْمَلائِكَةِ إِنِّي خالِقٌ بَشَراً مِنْ طِينٍ۔ فَإِذا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فيهِ مِنْ رُوحى فَقَعُوا لَهُ ساجِدينَ''(10)

ترجمہ: ''جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ پس جب میں اسے درست بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کی خلقت درست کی یہاں تک کہ وہ انسان بن کر کھڑا ہو گیا جس کے اندر قوت فکر موجود ہے اور اس کے اندر اپنی روح پھونکی اور اسے ایسی عظمت سے نوازا جس سے کسی اور مخلوق کو نہیں نوازا تھا۔ پھر اپنی پاکیزہ مخلوق (ملائکہ) کو اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا اور اس نے سجدہ کیا۔

حق و باطل میں تمیز کرنے والا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حق و باطل میں فرق کرنے والا بنایا ہے:

''وَمَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْأَذْوَاقِ وَالْمَشَامِّ وَالْأَلْوَانِ وَالْأَجْنَاسِ '' (11)

ترجمہ: ''اور ایسی شناخت کا مالک ہے، جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے۔''

اس جملے میں امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام انسان کی عظمت کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ جس کے ذریعے وہ حق اور باطل میں فرق پیدا کر سکتا ہے اور اسی طرح انسان اسی خداداد قوت کے ذریعے مختلف قسم کے مزوں میں فرق کرتا ہے کہ کس چیز کے اندر مٹھاس، کھٹاس، کڑواہٹ وغیرہ ہے اسی طرح مختلف قسم کی خوشبوئیں اور بدبو وغیرہ میں فرق محسوس کرتا ہے اور اسے رنگوں اور جنسوں میں بھی فرق کرنے کی صلاحیت عطا کی گئی ہے۔

متضاد چیزوں کا مجموعہ

انسان کو اللہ تعالیٰ نے متضاد چیزوں سے بنایا ہے۔

''مَعْجُوناً بِطِينَةِ الْأَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْأَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ وَالْأَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ وَالْأَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ مِنَ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ وَالْبَلَّةِ وَالْجُمُودِ''

(12)

ترجمہ: ”خود رنگا رنگ کی مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد خلطوں سے اس کا خمیر ہوا ہے۔ یعنی گرمی، سردی، تری خشکی کا پیکر ہے۔“

مسجود ملائکہ

اللہ نے اس پہلے انسان کو مسجود ملائکہ بنایا ہے، جس کے متعلق امیر المؤمنین علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

”وَ اسْتَأْدَى اللهُ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةَ وَدِيعَتَهُ لَدَيْهِمْ وَ عَهْدَ وَصِيَّتِهِ إِلَيْهِمْ فِي الْإِذْعَانِ بِالسُّجُودِ لَهُ وَ الْخُنُوعِ لِتَكْرِمَتِهِ۔ فَقَالَ سُبْحَانَهُ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ“ (13)

ترجمہ: ”پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اس کی سونپی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اس کے پیمان وصیت کو پورا کریں۔ جو سجدہ آدم کے حکم کو تسلیم کرنے اور اس کی بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کے لئے تھا۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔“

اسی طرح قرآن مجید میں بھی موجود ہے:

”فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ“ (14)

ترجمہ: ”چنانچہ تمام کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔“

پھر ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ“ (15)

ترجمہ: ”اس (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔“

ابلیس نے سجدہ نہیں کیا

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر و غرور میں آکر سجدہ نہیں کیا تھا اس بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ وَ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ وَ تَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ وَ اسْتَوْهَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ فَأَعْطَاهُ اللهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقاً لِلسُّخْطَةِ وَ اسْتِتْمَاماً لِلْبَلِيَّةِ وَإِنْجَازاً لِلْعِدَةِ فَقَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ“ (16)

ترجمہ: ”اسے عصبیت نے گھیر لیا۔ بد بختی اس پر چھا گئی۔ آگ سے پیدا ہوانے کی وجہ سے اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا۔ اور کھنکھناتی ہوئی مٹی کی مخلوق کو ذلیل جانا۔ اللہ نے اسے مہلت دی تاکہ وہ پورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پایہ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اس سے کہا کہ تجھے وقتِ معین کے دن تک کی مہلت ہے۔“

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

”قالَ يا إِبْلِيسُ ما مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِما خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعالِينَ۔ قالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ“ (17)

ترجمہ: ”فرمایا اے ابلیس جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا ہے؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو اونچے درجے والوں میں سے ہے؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔“

آدم علیہ السلام کی پہلی رہائش گاہ اور مکار دشمن کا سامنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرایا اور اس کو اپنے مکار دشمن سے آگاہ بھی کیا، جس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

”ثُمَّ أَسْكَنَ سُبْحَانَهُ آدَمَ دَاراً أَرْغَدَ فِيهَا عَيْشَهُ وَ آمَنَ فِيهَا مَحَلَّتَهُ وَ حَذَّرَهُ إِبْلِيسَ وَ عَدَاوَتَهُ فَاغْتَرَّهُ عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ وَ مُرَافَقَةِ الْأَبْرَارِ فَبَاعَ الْيَقِينَ بِشَكِّهِ وَ الْعَزِيمَةَ بِوَهْنِهِ وَ اسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلًا وَ بِالِاغْتِرَارِ نَدَماً ثُمَّ بَسَطَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي تَوْبَتِهِ وَلَقَّاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهِ وَ وَعَدَهُ الْمَرَدَّ إِلَى جَنَّتِهِ وَ أَهْبَطَهُ إِلَى دَارِ الْبَلِيَّةِ وَ تَنَاسُلِ الذُّرِّيَّةِ“ (18)

ترجمہ: ”پھر اللہ نے آدم کو ایسے گھر میں ٹھہرایا۔ جہاں ان کی زندگی کو خوش گوار رکھا۔ انہیں شیطان اور اس کی عداوت سے بھی ہوشیار کر دیا۔ لیکن ان کے دشمن نے ان کے جنت میں ٹھہرنے اور نیکو کاروں میں مل جُل کر رہنے پر حسد کیا اور آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ مسرت کو خوف سے بدل لیا اور فریب خوردگی کی وجہ سے ندامت اٹھائی۔ پھر اللہ نے آدم کے لئے توبہ کی گنجائش رکھی۔ انہیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا ان سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلاو محل افزائش نسل میں اتار دیا۔“

اسی طرح قرآن کریم میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ قُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ“ (19)

ترجمہ: ”اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں قیام کرو اور اس میں جہاں سے چاہو فراوانی سے کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں زیادتی کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔“

”فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ إِلَى حِينٍ“ (20)

ترجمہ: ”پھر شیطان نے انہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور انہیں اس (راحت کے) مقام سے جہاں وہ تھے الگ کر دیا، اور (بالآخر) ہم نے حکم دیا کہ تم نیچے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب تمہارے لئے زمین میں ہی معیّنہ مدت تک جائے قرار ہے اور نفع اٹھانا مقدّر کر دیا گیا ہے۔“

باقی انسانوں کی تخلیق پانی سے ہے

پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے پانی (ایک نطفے) سے پیدا کیا۔ اس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

”أَمْ هٰذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَ شُغُفِ الْأَسْتَارِ نُطْفَةً دِهَاقاً وَ عَلَقَةً مِحَاقاً وَ جَنِيناً وَ رَاضِعاً وَ وَلِيداً وَ يَافِعاً“ (21)

ترجمہ: ”پھر اسے دیکھو، جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا۔ جو ایک (جراثیم حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل و صورت منجمد خون تھا۔ (پھر انسانی خط و خال کے سانچے میں ڈھل کر، جنین بنا اور (پھر) طفلِ شیر خوار اور (پھر حد رضاعت سے نکل کر، طفل (نوخیز) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا۔“

ماں کے پیٹ میں مختلف مراحل طے کرنا

نہج البلاغہ میں انسان کے رحم مادر میں کچھ مراحل کا تذکرہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”أَيُّهَا الْمَخْلُوقُ السَّوِيُّ وَ الْمُنْشَأُ الْمَرْعِيُّ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَ مُضَاعَفَاتِ الْأَسْتَارِ۔ بُدِئْتَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ وَ وُضِعْتَ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ وَ أَجَلٍ مَقْسُومٍ تَمُورُ فِي بَطْنِ أُمِّكَ جَنِيناً لَا تُحِيرُ دُعَاءً وَ لَا تَسْمَعُ نِدَاءً ثُمَّ أُخْرِجْتَ مِنْ مَقَرِّكَ إِلَى دَارٍ لَمْ تَشْهَدْهَا وَ لَمْ

تَعْرِفُ سُبُلَ مَنَافِعِهَا فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَاءِ مِنْ ثَدْيِ أُمِّكَ وَ عَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَإِرَادَتِكَ هَيْهَاتَ إِنَّ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِي الْهَيْئَةِ وَ الْأَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهِ أَعْجَزُ وَ مِنْ تَنَاوُلِهِ بِحُدُودِ الْمَخْلُوقِينَ أَبْعَدُ" (22)

ترجمہ: "اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم کی اندھیریوں اور دوہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے ان کی نگہداشت کی گئی ہے۔ تیری ابتدا مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا نہ تو کسی پکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچوائیں۔ بھلا جو شخص ایک صورت واعضاء والی کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیونکر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اسے پالینے سے دور نہ ہوگا۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر امیر المؤمنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"أَمْ هَذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَ شُغُفِ الْأَسْتَارِ نُطْفَةً دِهَاقاً وَ عَلَقَةً مِحَاقاً وَ جَنِيناً وَ رَاضِعاً وَ وَلِيداً وَ يَافِعاً" (23)

ترجمہ: "پھر اسے دیکھو، جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا۔ جو ایک (جراثیم حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل و صورت منجمد خون تھا۔ (پھر انسانی خط و خال کے سانچے میں ڈھل کر، جنین بنا اور (پھر) طفلِ شیر خوار اور (پھر حد رضاعت سے نکل کر، طفل (نوخیز) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا۔"

اسی طرح قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ۔ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ۔ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ۔ وَ نُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى۔ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ۔ وَ مِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَ مِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا" (24)

ترجمہ: "اے لوگو اگر تمہیں موت کے بعد زندگی کے بارے میں شبہ ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی تخلیق شدہ اور غیر تخلیق شدہ بوٹی سے تاکہ ہم اس کی حقیقت کو تم پر واضح کریں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک مقررہ وقت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں ایک طفل کی شکل میں نکال لاتے ہیں تاکہ تم جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو کوئی تم میں نکمّی عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے تاکہ وہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ محسن علی نجفی لکھتے ہیں: فانا خلقناکم من تراب: اس میں زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کی ساخت و بافت میں جتنے عناصر کار فرما ہیں وہ ارضی عناصر ہیں۔ثم من نطفة: انسان کے جسم میں موجود جسمانی خلیے کا مرکز ۴۶ کروموزوم پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک مستقل سیل (Cell) ہے لیکن جنسی سیل کے مرکزہ میں ۲۳ کروموسومز ہوتے ہیں جو جسمانی خلیہ کا نصف ہے۔ چنانچہ انسانی تخلیق کے لئے ایک مستقل سیل (نطفہ) تشکیل دینے کے لئے مرد و زن میں سے ہر ایک ۲۳ کروموسومز فراہم کرتے ہیں۔ یعنی جرثومہ پدر میں ۲۳ کروموسومز ہوتے ہیں اور تخم مادر میں ۲۳ کروموسومز ہوتے ہیں۔ یہ دونوں مل کر ایک کامل سیل تشکیل دیتے ہیں جسے قرآن نے نطفۃ امشاج (مخلوط نطفہ) کہا ہے۔ثم من مضغة: سیلز کی تعداد ۱۲۵ سے زائد ہونے کی صورت میں سیلز آپس میں تقسیم کار کرتے ہیں۔ اس تقسیم کار کے بعد ہر سیل اپنے حصے میں آنے والے تخلیقی امور کا ذمے دار ہوتا اب ہر سیل سے ایک مکمل انسان تخلیق نہیں ہو سکتی۔ مثلاً اگر اس سیل کے ذمے مغز بنانا آیا ہے تو اب یہ صرف مغز بناتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ سیلز تقسیم کے مرحلے سے پہلے

تمام تر خاصیت میں ایک جیسے ہیں لیکن تقسیم کار عمل میں آتی ہے تو یہی سیلز صرف اپنے ڈیپارٹمنٹ کی خاصیت کے ہوتے ہیں۔ اب یہ سیلز دوسرے سیلز سے اپنی خاصیت میں مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً مغز بنانے والے سیلز اپنی خاصیت اور کارکردگی میں ہڈی بنانے والے سیلز سے مختلف ہوتے ہیں حالانکہ یہ دونوں قسم کے سیلز اس تقسیم سے پہلے ایک ہی خاصیت کے تھے۔ اگر سیلز میں شعور و ارادہ نہ ہوتا تو وہ مغز بنانے کے حکم کے تابع فرمان نہ ہوتے۔ تمام سیلز کا رشتہ ایک ہے، سب ایک قسم کا کام کرتے ہیں۔ یہ بات واضح ہو چکی ہے مضغۂ مخلقۃ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بچے کے اعضا بنائے جبکہ غیر مخلقۃ کا کام یہ ہے کہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اس کے لئے غذا کا انتظام کرے۔ چنانچہ ظلمات ثلاث میں بند اس نازک مخلوق کے لئے شش جہت سے غذا بہم پہنچائی جاتی ہے۔ (25)

انسان کے اعضا بدن

حضرت علی علیہ السلام انسان کے چند اعضائے بدن کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"اِعْجَبُوا لِهٰذَا الْإِنْسَانِ يَنْظُرُ بِشَحْمٍ وَيَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ وَيَسْمَعُ بِعَظْمٍ وَيَتَنَفَّسُ مِنْ خَرْمٍ" (26)

ترجمہ: "یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے اور ہڈی سے سنتا ہے اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔"

اعضائے بدن کا فلسفہ

انسان کے اعضائے بدن کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"جَعَلَ لَكُمْ أَسْمَاعاً لِتَعِيَ مَا عَنَاهَا وَ أَبْصَاراً لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا وَ أَشْلَاءً جَامِعَةً لِأَعْضَائِهَا مُلَائِمَةً لِأَحْنَائِهَا فِي تَرْكِيبِ صُوَرِهَا وَ مُدَدِ عُمُرِهَا بِأَبْدَانٍ قَائِمَةٍ بِأَرْفَاقِهَا وَ قُلُوبٍ رَائِدَةٍ لِأَرْزَاقِهَا" (27)

ترجمہ: "اس نے تمہارے لئے کان بنائے تاکہ ضروری اور اہم چیزوں کو سن کر محفوظ رکھیں، اور اس نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن و ضیاء بار ہوں اور جسم کے مختلف حصے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضاء ہیں جن کے پیچ و خم ان کی مناسبت سے ہیں اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے ضروریات کو پرا کر رہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں جو اپنی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔"

اسی خطبہ میں ایک اور مقام پر تخلیق انسان کے مراحل کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْباً حَافِظاً وَ لِسَاناً لَافِظاً وَ بَصَراً لَاحِظاً لِيَفْهَمَ مُعْتَبِراً وَ يُقَصِّرَ مُزْدَجِراً حَتَّى إِذَا قَامَ اعْتِدَالُهُ وَ اسْتَوَى مِثَالُهُ نَفَرَ مُسْتَكْبِراً وَ خَبَطَ سَادِراً مَاتِحاً فِي غَرْبِ هَوَاهُ" (28)

ترجمہ: "اللہ نے اسے نگہداشت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں دیں تاکہ عبرت حاصل کرتے ہوئے کچھ سمجھے بوجھے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے مگر ہوا یہ کہ جب اس (کے اعضاء) میں توازن اور اعتدال پیدا ہو گیا اور اس کا قد و قامت اپنی بلندی پر پہنچ گیا تو غرور و سرمستی میں آکر (ہدایت سے) بھڑک اٹھا، اور اندھا دھند بھٹکنے لگا۔"

سردی اور گرمی کا اثر انسانی صحت پر

انسان کے جسم پر موسم کی سردی اور گرمی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِي أَوَّلِهِ وَ تَلَقَّوْهُ فِي آخِرِهِ فَإِنَّهُ يَفْعَلُ فِي الْأَبْدَانِ كَفِعْلِهِ فِي الْأَشْجَارِ أَوَّلُهُ يُحْرِقُ وَ آخِرُهُ يُورِقُ" (29)

ترجمہ: "شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو، کیونکہ سردی جسموں میں وہی کرتی ہے، جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتدا میں درختوں کو جھلس دیتی ہے، اور انتہا میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔"

اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی جعفر حسین لکھتے ہیں:

"موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لئے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے, اور نزلہ و زکام اور کھانسی وغیرہ کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں, اور مزاج میں برودت و یبوست بڑھ جاتی ہے چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لئے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ پانی کے اثرات کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور نتیجہ میں حرارت غریزی کو نقصان پہنچتا ہے۔

البتہ موسم بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ پہلے ہی سے سردی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں اس لئے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوشگوار اثر نہیں ڈالتی، بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت ور طوبت بڑھ جاتی ہے جس سے نشو و نما میں قوت آتی ہے, حرارت غزیری ابھرتی ہے اور جسم میں نمو طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح عالم نباتات پر بھی موسم کی تبدیلی کا یہی اثر ہوتا ہے چنانچہ موسم خزاں میں برودت و یبوست کے غالب آنے سے پتے مرجھا جاتے ہیں روح نباتاتی افسردہ ہو جاتی ہے, چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور موسم بہار ان کے لئے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بار آور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں اور شجر سرسبز و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں۔" (30)

انسانوں کے مختلف مزاج اور اس کے اسباب

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام انسان کے مختلف مزاج اور ان کے اختلاف کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"إِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمْ مَبَادِءُ طِينِهِمْ وَ ذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا فِلْقَةً مِنْ سَبَخِ أَرْضٍ وَ عَذْبِهَا وَ حَزْنِ تُرْبَةٍ وَ سَهْلِهَا فَهُمْ عَلَى حَسَبِ قُرْبِ أَرْضِهِمْ يَتَقَارَبُونَ وَ عَلَى قَدْرِ اخْتِلَافِهَا يَتَفَاوَتُونَ فَتَامُّ الرُّوَاءِ نَاقِصُ الْعَقْلِ وَ مَادُّ الْقَامَةِ قَصِيرُ الْهِمَّةِ وَ زَاكِي الْعَمَلِ قَبِيحُ الْمَنْظَرِ وَ قَرِيبُ الْقَعْرِ بَعِيدُ السَّبْرِ وَ مَعْرُوفُ الضَّرِيبَةِ مُنْكَرُ الْجَلِيبَةِ وَ تَائِهُ الْقَلْبِ مُتَفَرِّقُ اللُّبِّ وَ طَلِيقُ اللِّسَانِ حَدِيدُ الْجَنَانِ" (31)

ترجمہ: "ان کے مبدأ طینت نے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے اور یہ اس طرح کہ وہ شورہ زار و شیرین زمین اور سخت و نرم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا وہ زمین کے قرب کے اعتبار سے متفق ہوئے اور اختلاف کے تناسب سے مختلف ہوئے ہیں (اس پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) پورا خوش شکل انسان عقل میں ناقص اور بلند قامت آدمی پست ہمت ہو جاتا ہے اور نیکوکار، بدصورت اور کوتاہ قامت، دور اندیش ہوتا ہے اور طبعاً نیک سرشت کسی بری عادت کو پیچھے لگا لیتا ہے اور پریشان دل والا پراکندہ عقل اور چلتی ہوئی زبان والا ہوشمند دل رکھتا ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"ثم جمع سبحان من حزن الارض و سهلها و عذبها و سبخها" (32)

ترجمہ: "پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیرین و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی۔"

ان جملات میں امام علیہ السلام یہ بیان کر رہے ہین کہ کیونکہ ہر انسان کی مٹی میں فرق تھا اسی لئے سب ایک جیسے نہیں ہیں آج کے سائنس نے بھی انسانوں کے طینت کی چار قسم بتائی ہے جسے اخلاط اربعہ کہتے ہیں: ۱۔ صفراء اخلاط (صفراوی مزاج)، ۲۔ سودا اخلاط (سوداوی مزاج)، ۳۔ بلغم اخلاط (بلغمی مزاج)، ۴۔ خون اخلاط (دموی مزاج)۔ ان مزاجوں میں فرق بھی پایا جاتا ہے اور ان کی خصوصیت ایک جیسی نہیں رہتی جیسا کہ امام نے فرمایا ہے۔

انسان اور بیماریاں

امام علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هَذَا الْإِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِيَ أَعْجَبُ مَا فِيهِ وَ ذَلِكَ الْقَلْبُ وَ ذَلِكَ أَنَّ لَهُ مَوَادَّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ أَضْدَاداً مِنْ خِلَافِهَا فَإِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَاءُ أَذَلَّهُ الطَّمَعُ وَ إِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ أَهْلَكَهُ الْحِرْصُ وَ إِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ وَ إِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ وَ إِنْ أَسْعَدَهُ الرِّضَى نَسِيَ التَّحَفُّظَ وَ إِنْ غَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ وَ إِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْأَمْرُ اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ وَ إِنْ أَفَادَ مَالاً أَطْغَاهُ الْغِنَى وَ إِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ وَ إِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَاءُ وَ إِنْ جَهَدَهُ الْجُوعُ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ وَ إِنْ أَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ فَكُلُّ تَقْصِيرٍ بِهِ مُضِرٌّ وَ كُلُّ إِفْرَاطٍ لَهُ مُفْسِدٌ۔ (33)

ترجمہ: "اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے اور اگر طمع ابھرتی ہے، تو اسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اگر ناامیدی اس پر چھا جاتی ہے، تو حسرت و اندوہ اس کے لئے جان لیوا بن جاتے ہیں۔ اور اگر غضب اس پر طاری ہوتا ہے، تو غم و غصہ شدت اختیار کرلیتا ہے۔ اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے، تو حفظ ماتقدم کو بھول جاتا ہے۔ اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے، تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اسے روک دیتا ہے۔ اگر امن امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ کرلیتی ہے۔ اور اگر مال و دولتمندی اسے سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اسے رسوا کر دیتی ہے۔ اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو، تو مصیبت و ابتلاء اسے جکڑ لیتی ہے اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے، ناتوانی اسے اٹھنے نہیں دیتی اور اگر شکم پرستی بڑھ جاتی ہے تو یہ اس کے لئے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ کوتاہی اس کے لئے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کے لئے تباہ کن ہوتی ہے۔"

زیادہ کھانے کے نقصانات

"وَ إِنْ أَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ" (34)

ترجمہ: "اگر شکم بڑھ جاتے ہیں تو یہ شکم پروری اس کے لئے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔"

امام نے اس جملہ میں بتایا ہے کہ شکم پروری انسان کے لئے مضر ہے اور اس سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ آج کے ڈاکٹروں نے بھی شکم پروری کے بہت سے نقصانات بیان کیے ہیں مثال کے طور پر:

1. سوء ہاضمہ اور پیٹ کا بڑا ہونا۔
2. قلب میں جلن کیونکہ جب معدہ حد سے زیادہ بھر جاتا ہے تو اس کا اثر قلب پر ضرور آتا ہے۔
3. بدن کا فربہ ہونا جو خود بہت سے امراض کا باعث ہے۔
4. رگوں کا بند ہونا۔
5. نقرس کی بیماری کہ جس میں انسان کے جوڑ جوڑ میں درد اٹھتا ہے (یہ بیماری گوشت کھانے میں زیادہ روی سے پیدا ہوتی ہے۔
6. گردہ میں پتھری کی بیماری۔

جلدی دوائی لینے کی ممانعت

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام معمولی سی بیماری ہو جائے تو جلدی میں ڈاکٹر کے پاس جانے سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امْشِ بِدَائِكَ مَا مَشَى بِكَ" (35)

ترجمہ: "مرض میں، جب تک ہمت ساتھ دے، چلتے پھرتے رہو۔"

اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی جعفر حسین اس طرح لکھتے ہیں:

"مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے اسے اہمیت نہ دینا چاہیے کیونکہ اہمیت دینے سے طبعیت احساس مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اس لئے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تحلیل مرض کے علاوہ طبعیت کی قوت مدافعت کو مضمحل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوت معنوی کو برقرار رکھتا ہے اور قوت معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا دیا کرتی ہے۔ بشر طیکہ مرض کے وہم میں مبتلا ہو کر اسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔" (36)

پس امام علی علیہ السلام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مرض کم ہو اور تم اسے تحمل کر سکتے ہو تو اسے تحمل کرو کیونکہ اس میں فایدہ ہے۔ آج کے ڈاکٹروں کا بھی یہی نظریہ ہے کہ ایک چھوٹے سے درد کو اہمیت دینے سے طبیعت، احساس مرض سے متاثر ہو کر اس میں اضافے کا باعث بن جاتی ہے۔ اور ثابت شدہ بات ہے کہ ایک چھوٹی سی بیماری کے لئے دوا کھانے سے مرض بڑھ جاتا ہے کیونکہ، جراثیم کو مرض کے پہلے مرحلے میں دوا کھانے کے ذریعے قوت حاصل ہوتی ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ مفتی جعفر حسین مترجم: نہج البلاغۃ، خطبہ: اول، صفحہ ۶۲، پبلشر: معراج کمپنی اردو بازار لاہور، طبع سوم، سال ۲۰۱۳

2۔ غافر: 67

3۔ الفرقان: 54

4۔ انعام، آیت ۲

5۔ الصافات: 11

6۔ الحجر: 26

7۔ الرحمان: 14

8۔ المومنون: 12

9۔ نہج البلاغۃ، خطبہ: اول، صفحہ ۶۲

10۔ ص: 71، 72

11۔ نہج البلاغۃ، خطبہ: اول، صفحہ ۶۲

12۔ نہج البلاغۃ، خطبہ: اول، صفحہ ۶۲

13۔ نہج البلاغۃ، خطبہ: اول، صفحہ ۶۲

14۔ ص: 73

15۔ البقرہ: 34

16۔ نہج البلاغۃ، خطبہ: اول، صفحہ ۶۳

17۔ ص: 75، 76

18۔ نہج البلاغہ خطبہ اول، صفحہ ۶۳

19۔البقرہ:35

20۔ایضا:36

21۔ نہج البلاغہ ، خطبہ ۱۸۱الغرا، صفحہ ۱۸۹

22۔ایضا خطبہ ۱۶۱، صفحہ ۳۳۸

23۔ایضا خطبہ الغرا:۸۱، صفحہ ۱۸۹

24۔الحج،آیت ۵

25۔ شیخ محسن علی نجفی،الکوثر فی تفسیر القرآن، جلد ۵، صفحہ ۳۶۷۔۳۶۸

26۔ نہج البلاغہ ، قول نمبر ۷، صفحہ ۶۲۹

27۔ نہج البلاغہ ، خطبۃالغرا۸۱، صفحہ ۱۸۶

28۔ایضا، خطبہ الغرا۸۱، صفحہ ۱۸۹

29۔ نہج البلاغہ ، قول ۱۲۸، صفحہ ۶۵۷

30۔ مفتی جعفر حسین ، مترجم نہج البلاغہ ، صفحہ ۶۵۷

31۔ایضا، خطبہ ۲۳۳، صفحہ ۴۹۱۔۴۹۲

32۔ایضا خطبہ ا، صفحہ ۶۲

33۔ قول نمبر ۱۰۸، صفحہ ۶۵۱۔۶۵۲

34۔ایضا، خطبہ ا، صفحہ ۶۲

35۔ایضا، قول: ۲۶، صفحہ ۶۳۳

36۔ مفتی جعفر حسین مترجم ، نہج البلاغہ ، صفحہ ۶۳۳